# ترجمہ نگاری

اردو ادب کے مجموعی ارتقاء میں ترجمہ نگاری کا اہم کردار رہا ہے۔ چنانچہ اردو افسانہ، ڈراما اور آزاد نظم کے ارتقا میں بھی تراجم نے اہم رول ادا کیا ہے۔ بہتر ترجمہ کرنے کے لیے اصل تخلیق کا گہرائی سے مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ تاہم اس سلسلے میں شاعری اور انشائیہ کے مقابلے میں افسانہ اور ڈرامہ کا ترجمہ کرنا نسبتاً آسان ہے۔

اردو ادب میں غیر ملکی ادب کے تراجم کی کہانی بہت قدیم ہے۔ خاص طور سے فورٹ ولیم کالج کا رول ترجمہ کے معاملے میں تاریخی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ پھر بیسویں صدی میں انگریزی، روسی اور ترکی ادبیات سے بھی اردو میں ترجمہ کرنے کی روایت کا آغاز ہوا۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی علاقائی زبانوں جیسے بنگلہ، مراٹھی، گجراتی اور پنجابی وغیرہ سے بھی اردو میں ترجمہ کیا جانے لگا جس سے دوہری سطح پر ترجمہ کا رجحان بڑھتا چلا گیا۔ مغربی ادبیات کے تراجم کی وجہ سے ہمارے اردو افسانہ کے سرمائے میں کافی اضافہ ہوا۔

ترجمے کی عموماً دو صورتیں ہوتی ہیں۔ اولاً آزاد ترجمہ، دوسرے لفظی یا بامحاورہ ترجمہ۔ آزاد ترجمہ کے مقابلے لفظی ترجمہ زیادہ کارآمد اور اصل تخلیق کی ترسیل کا ذریعہ ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک ملک کی زبان میں لکھی گئی کسی تخلیق کو کسی دوسرے ملک کی زبان میں ترجمہ کرنا ایک دشوار کام ہے کیونکہ تخلیق کا رشتہ اپنی زبان سے بہت مضبوط ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اچھے سے اچھا ترجمہ بھی صد فی صد کامیاب نہیں ہوسکتا۔

اندر جیت لال

# مغربی انشائیے

لفظ ایسے (Essay) فرانسیسی لفظ اسائی (Essai) سے انگریزی زبان میں آیا۔ اس کا لغوی مفہوم ہے 'کوشش'۔ انشائیہ انگریزی زبان میں ایک قابل قدر صنف ادب ہے اس میں مقالہ یا مفہوم کی صورت میں شخصی تاثرات، جذبات یا فلسفیانہ وحکیمانہ تفکرات کو پیش کیا جاتا ہے۔ انگریزی میں اسے پرسنل ایسے (Essay) یا ایک نازک صنف مانا جاتا ہے۔

انگریزی میں انشائیہ فرانسیسی زبان سے آیا ہے۔ کہتے ہیں سولہویں صدی میں ایک فرانسیسی ادیب مائیکل ڈی مونٹین نے اس فن ادب کی داغ بیل رکھی۔ اُن دنوں انشائیہ کچھ اس طرح ہوتا تھا کہ پرانے روم اور یونان کی عالی مرتبہ شخصیات کی زندگیوں کے کسی پہلو یا گوشہ پر اس طرز سے لکھا جاتا کہ اس سے کچھ نہ کچھ اخلاقی درس حاصل ہو۔ اُن دنوں کے انشائیوں میں مثبت قدروں یعنی دانائی، ایمانداری، بہادری کو نفس مضمون بنایا جاتا تھا۔ چنانچہ شروع شروع میں مونٹین نے روایتی طرز پر کچھ انشائیے لکھے۔ لیکن بعد میں اس نے اپنی تحریر میں خاصی آزادی حاصل کرلی۔ کہتے ہیں مونٹین جو کچھ اپنے ماحول میں دیکھتا یا جس موضوع پر غوروخوض کرتا، اس پر آزادی سے مقالے لکھتا۔ اس نے مختلف موضوعات پر ہلکے پھلکے اور فلسفیانہ رنگ میں اپنے تاثرات کو ایک باربط اور ایک ادبی زبان میں پیش کیا۔ مونٹین نے اپنے انشائیوں کے نقش اول پر یوں لکھا ہے:

'میں نے ان انشائیوں میں اپنے آپ کو منعکس کیا ہے۔'

مونٹین کے زمانہ سے پہلے انگریزی میں انشائیے نام کی کوئی صنف موجود نہ تھی۔ چنانچہ جان فلوریو (John Florio) نے پہلی بار فرانسیسی انشائیوں کے ترجمے کر کے انگریزی داں طبقے کو روشناس کرایا۔

سترہویں صدی میں فرانسیسی بیکن (1561-1626ء) نے انگریزی زبان میں اٹھاون انشائیے 1597ء سے 1625ء کے درمیان لکھے۔ آج بھی ان انشائیوں کو انگریزی ادب میں بلند مقام حاصل ہے بلکہ ان میں چند انشائیے تو ادبی شہ پارے بن چکے ہیں۔ بیکن کے انشائیوں میں غزل کے اشعار کی طرح زور بیان، اختصار اور محاورہ

کا بیان ہے۔ کئی جملے تو ضرب المثل معلوم ہوتے ہیں۔ ان انشائیوں میں تنقید حیات ہے۔ کچھ تکلف اور غوروفکر کی گہرائی بھی ان میں فلسفیانہ عنصر بھی ہے اور کچھ رومانیت بھی۔ بیکن کے الفاظ میں انشائیہ ایسی مختصر تحریر ہے جس میں بغیر کسی تجسس اور کھوج کے کسی حقیقت کا اظہار ہو جائے۔ بیکن کے ایک انشائیے 'آف اسٹڈیز' سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

'مطالعہ خوشی بکھیرتا ہے۔ یہ شخصیت میں آرائش کا سامان بنتا ہے اور قابلیت بڑھاتا ہے اگر آپ فراغت میں ہوں تو خوشی آپ کے دامن میں رہے گی۔ گفتگو میں مطالعہ سے حاصل کی ہوئی قابلیت آپ کے فیصلوں اور کاروباری مسائل میں آپ کی معاون ہوگی۔'

اسی انشائیے میں آگے چل کر فرماتے ہیں :

'کئی کتابوں کا محض ذائقہ لینا ہی کافی ہے۔ کئی کتابوں کو خوب نگلنا ہوتا ہے اور کچھ کو خوب چبا کر کھانا اور ہضم کرنا ضروری ہے۔ مطالعہ ایک انسان کو انسان سے مکمل انسان بنا دیتا ہے۔ گفتگو سے انسان کا ادراک کچھ قوی ہو جاتا ہے اور تحریر سے انسان ایک متوازی انسان بن جاتا ہے۔'

اس صدی میں ایک انشائیہ نگار جان ارل اور اس کے ایک معاصر ٹامس اوورببری نے اپنے دور کی عورتوں، مردوں کے کرداروں کا اپنے انشائیوں میں تجزیہ کیا ہے۔ ان دونوں ادیبوں نے ڈیری فارم میں کام کرنے والی عورتوں سے لے کر بلند مرتبہ سیاست دانوں تک کی کردار نگاری کی اور انسانی فطرت کے گوناگوں پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ جان ارل کا انشائیہ مائیکروکاسموگرافی طنز و مزاح کا ایک نادر نمونہ ہے۔

سر رچرڈ اسٹیل ایک خالص ادبی فہم وفکر کا مالک تھا۔ اس نے کئی نظمیں، کامیڈیاں اور سیاسی اور صحافتی نگارشات پر طبع آزمائی کی لیکن اس نے سب سے زیادہ نام The Tatler نام کے رسالے سے پیدا کیا۔ اس ادبی کام میں ایڈیسن اس کا قابل قدر رفیق و معاون رہا۔

ان رسائل میں رموز حیات پر فلسفیانہ رنگ میں افکار پریشاں شائع ہوتے تھے۔ ان دنوں صرف لندن میں ہی لگ بھگ ساٹھ اخبار اور رسالے شائع ہوتے تھے۔ جن میں ادبی، سیاسی اور سماجی موضوعات پر انشائیے شائع

ہوتے تھے۔ان اخبارات اور رسائل نے انشائیوں کوایک ہر دل عزیز صنف بنادیا۔اسٹیل (Steel) اخلاقی اوصاف اور انسانی صفات کو انسان کی سرشت میں داخل کرنا چاہتا تھا۔اس کی نگاہ اپنے وقت کے معاشرے کی خرابیوں اور بے اعتدالیوں کی طرف اٹھتی رہی اور اس کے انشائیوں کا مواد فراہم کرتی رہی۔

اٹھارہویں صدی کے انشائیہ نگاروں پر آلیور گولڈ اسمتھ کا نام ممتاز ہے۔اس کے انشائیوں میں ایک ہلکا سا مزاح جھلکتا ہے۔زبان کی چاشنی اور خیالات کی تازگی اس کے انشائیوں کی جان ہے۔سیموئیل جانسن کے انشائیوں میں تکلف کو بڑا دخل حاصل ہے۔اس کا اسٹائیل بھی ایک حد تک لاطینی رہا۔ جانسن کبھی کبھار انشائیے لکھتا تھا۔اس کے انشائیے 'تنہائی کے حق میں' اور 'اچھا مزاح' اس کے شاہکار کہے جاسکتے ہیں۔

(Chales lamb) چارلس لیمب کو انگریزی انشائیوں کا شہزادہ کہا جاتا ہے۔ان میں اس کا نرم ولطیف دل دھڑکتا نظر آتا ہے۔لیمب زیادہ تر اپنی زندگی سے ابھرتے موضوعات پر انشاپردازی کرتے ہیں۔ایلیا کا انشائیہ اس کی سوانح حیات کا مظہر ہے۔اس کے انشائیوں میں دانش وری، فلسفہ اور انسانیت کا عنصر ہے۔کہیں کہیں لیمب سترہویں صدی کے انشائیہ نگاروں کی یاد دلاتا ہے۔چارلس لیمب نے انگریزی انشائیوں میں لطافت بیان اور حیات وکائنات پر بھرپور تنقید کی ہے۔

انیسویں صدی کے آخری دور میں جان رسکن اور ٹامس کارلائل نے کچھ انشائیے لکھے۔رسکن کے انشائیوں میں فطرت سے لگاؤ، خلوص، سادگی اور بیان کی دل کشی ان کا طرہ امتیاز ہے۔ان کا ایک انشائیہ 'گھاس کا ایک پات' بین الاقوامی شہرت کا درجہ لے پایا۔یہ پات ایک زرد رنگ کا اندر سے کھوکھلا ڈنٹھل ہوتا ہے۔اس کے باوجود اس کے بارے میں سوچیں، اور فیصلہ کریں کہ وہ تمام چمکدار پھول جو موسم گرما کی فضا میں دمکتے ہیں اور وہ تمام تومند اور خوش اندام شجر جو آنکھوں کو طراوت بخشتے ہیں۔مثلاً سروقد پام اور صنوبر اور شاہ بلوط خوشبودار گلگل اور لدی پھندی انگور کی بیل۔کیا ان میں کوئی ایسا بھی ہے جس سے انسان نے اتنی محبت اور خدا نے جس کی اتنی قدر کی ہو جس گھاس کے پات کی۔میتھو آرنلڈ (Methew Arnald) نے تنقیدی انشائیے لکھے، جن میں استدلال اور جدت غالب ہے۔ اس کے انشائیے اختصار اور جامعیت کے بہترین نمونے ہیں۔

ایک ہم عصر ناول نگار نے کسی بدیشی سے ایک بار یہ سوال کیا تھا کہ انگلستان کی اہم ترین فصلیں کون سی ہیں تو اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر جواب دیا تھا 'رائی' جہالت اتنی مکمل تھی کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس نے عظمت '

چھولیا ہو لیکن جاہل آدمی کی لاعلمی تو اس سے کہیں افزوں ہوتی ہے۔ ایک اوسط ذہن کا آدمی جو ٹیلی فون کو استعمال کرتا ہے اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا کہ ٹیلی فون کیسے کام کرتا ہے۔ وہ ٹیلی فون کو بلا تامل قبول کر لیتا ہے۔ وہ انجیل مقدس کے معجزوں کو بغیر کسی ثبوت کے بہ رضا و رغبت مان لیتا ہے۔ وہ نہ اس کے بارے میں استفسار کرتا ہے اور نہ ہی اس کے سلسلے میں سوجھ بوجھ رکھتا ہے۔

موجودہ دور میں ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ جو نوبل انعام یافتہ اور جدید شاعری و تنقید کے بادشاہ کہلاتے ہیں۔ چند ادبی و تنقیدی انشائیوں کے مصنف بھی ہیں۔ ایک انشائیے روایت اور انفرادی ملکہ میں فرماتے ہیں:

'شاعری جذبات کا اظہار نہیں بلکہ جذبات سے فرار ہے۔ یہ شخصیت کا اظہار بھی نہیں بلکہ شخصیت سے فرار ہے۔'

ایلیٹ نے مزید انشائیے عہد الزابیتھ کے ڈرامہ نگاروں (جانسن و ملڈلیٹن) پر لکھے۔ کچھ انشائیے 'کلاسیکی کیا ہے؟'، 'مذہب اور ادب'، 'تجربہ اور تنقید'، 'تنقید کی حدود' اور 'شاعری کا سماجی منصب' قابل ذکر ہیں۔ ایلیٹ نے انشائیوں کے ذریعہ انگریزی ادب کے قدروں کو نئی تراکیب و اہمیت کے ساتھ متعین کیا ہے اور انگریزی ادب کا یوروپی اقدار۔ آج کا انشائیہ نگار کوئی نئی بات کہنے کا عادی ہی نہیں رہا۔ پرانی باتوں اور مطبوعہ خیالات و تاثرات کو توڑ مروڑ کر پیش کر پاتا ہے بلکہ کہی ہوئی باتیں دہراتا ہے۔ بلکہ دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی بات کو مختلف انشائیہ نگاروں نے مختلف اسٹائل سے ادا کیا ہے۔ اسے انشائیہ نگاری نہیں کہتے۔ پروکٹر، لی ہنٹ، چارلس لیمب اسی قماش کے انشائیہ نگار کہے جا سکتے ہیں۔ خاص طور پر لیمب مردے کی ارتھی پر بھی مزاح نگاری پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن اس طرح وہ انشائیہ نگاری سے کوسوں دور چلا جاتا تھا۔

'انشائیہ نگاری ایک بانس پر پھول مالائیں سجا کر رقص کرنے کا کام نہیں۔ یہ کڑی محنت کا طلب گار ہوتا ہے۔ ساتویں دن اور چوبیس گھنٹے انشائیہ نگار سرنگوں کر کے اور بغیر ستائے لکھتا رہے تو بات بنتی ہے۔ قلم برداشتہ لکھے یا اِدھر اُدھر کی ہانکنے کو انشائیہ نگاری نہیں کہتے۔ یہ کالم سنجیدگی، گہری سوچ اور متانت کا متقاضی ہوتا ہے۔'

یہ ایک سنجیدہ انشائیہ نگار کی رائے ہے جو ہر فرد و بشر کو قابل قبول ہوگی۔

### الفاظ و معنی

لغوی ۔ لغت سے متعلق

مفہوم ۔ مطلب

صنف ۔ قسم (جو ادب کی قسموں کے لیے عموماً بولا جاتا ہے)

تاثر ۔ اثر قبول کرنا

حکیمانہ ۔ حکمت سے بھری ہوئی

پرسنل ۔ ذاتی

انشائیہ نگار ۔ انشائیہ لکھنے والا

فلسفی ۔ فلسفہ کا علم رکھنے والا

نقاد ۔ تنقید کرنے والا

مقالہ نگار ۔ مقالہ لکھنے والا

اسلوب ۔ لکھنے کا طرز

طویل ۔ لمبا

لب ولہجہ ۔ انداز، لکھنے کا طریقہ

سبک ۔ ہلکا

جذباتی ۔ جذبات سے بھرا ہوا

طنزیہ ۔ طنز سے بھرا ہوا

رمزیہ ۔ رمز سے بھرا ہوا

دانائی ۔ عقل و دانش

تنقید ۔ کھرے کھوٹے کی پرکھ

عنصر ۔ حصہ

آرائش ۔ سجاوٹ

معاون ۔ مددگار

| | | |
|---|---|---|
| محض | ۔ | صرف |
| ہضم کرنا | ۔ | پچانا |
| ادراک | ۔ | سمجھ |
| قوی | ۔ | طاقت ور |
| متوازی | ۔ | برابر میں، مقابلے میں |
| صدی | ۔ | سو سال کی مدت |
| فہم | ۔ | سمجھ |

## آپ نے پڑھا

- انشائیہ ایک نثری صنف ہے جس میں طنز و مزاح کی بھی آمیزش ہوتی ہے۔
- اردو میں انشائیہ انگریزی انشائیہ کے حوالے سے داخل ہوا۔
- دیگر اصناف نثر کی طرح انشائیہ نسبتاً جدید صنف ہے۔
- زیر نصاب مضمون میں اندر جیت لال نے مغربی انشائیوں پر تنقید کی ہے۔
- سلیم آغا قزلباش نے اس تنقیدی مضمون کو اردو کا جامہ پہنایا ہے جس کی مدد سے اردو انشائیوں کے خدوخال متعین کرنا آسان ہے۔

## آپ بتائیے

1. زیر نصاب مضمون 'مغربی انشائیے' کس قسم کا مضمون ہے؟
2. مضمون 'مغربی انشائیے' کے اصل مضمون نگار کون ہیں؟
3. 'مغربی انشائیے' مضمون کا ترجمہ کس نے کیا؟

## مختصر گفتگو

1. تنقید کے بارے میں پانچ جملے لکھیے۔
2. اردو انشائیہ کے بارے میں پانچ جملے لکھیے۔
3. ترجمہ نگاری کے فن کو مختصراً بیان کیجیے۔

## تفصیلی گفتگو

1. ترجمہ نگاری کے موضوع پر ایک مضمون لکھیے۔
2. صنف انشائیہ پر روشنی ڈالیے۔
3. 'مغربی انشائیے' کا جائزہ لیجیے۔

## آیئے، کچھ کریں

1. کلاس میں اردو اساتذہ سے انشائیہ کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔
2. کسی لائبریری میں جاکر اردو ترجمہ نگاروں کی ایک فہرست تیار کیجیے۔